ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

ہارون بن موسیٰ شاعر ملتان

سندھ اور ملتان پر عربی حکومتوں کی ایک جامع سیاسی اور علمی تاریخ ابھی تک اپنے مؤرخ کے انتظار میں ہے۔ اسی طرح خضدار اور بلوچستان کے دوسرے ساحلی شہروں میں بھی عرب حکومتیں قائم رہی ہیں اور یہاں بھی عربوں کے سیاسی و علمی آثار کا پتا چلتا ہے۔ لیکن یہ سب آثار و شواہد تاریخ کے دبیز پردوں میں دبے چلے آتے ہیں۔ ان آثار و شواہد کی تلاش و جستجو کی کوشش اول تو ہوئی ہی بہت کم ہے اور جو ہوتی ہے اسے بھی ایک آدھ قدم آگے بڑھانے کے بعد رکنا پڑا ہے، کیونکہ راہیں تاریک و پُرپیچ ہیں اور راہی یا تو چند قدم کے بعد تھک ہار کر اندھیروں کے سامنے ششدر کھڑے رہ جاتے ہیں اور یا سپر ڈال کر گوشۂ عافیت میں جا بیٹھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، لیکن بایں ہمہ بلادِ سندھ و ملتان پر عربی حکومتوں کی تاریخ دراصل ہماری اپنی تاریخ کے طویل سلسلے کی اولین، بنیادی اور اہم کڑی ہے۔ اس گم شدہ کڑی کی جستجو و بازیافت پاکستانی مؤرخ کا منصبی فریضہ ہے۔

کچھ اسی قسم کے احساسات تھے جنھوں نے مقالہ نگار کو ہارون بن موسیٰ ملتانی کے بارے میں تاریخ وادب اور سیر و تراجم کے مآخذ سے رجوع کرنے اور ان کی [illegible] میں اترنے پر مجبور کر دیا اور مقدور بھر غوطہ زنی کے بعد یہ چند ایک بے مایہ سنگریزے دستیاب ہو سکے ہیں جنھیں ایک مقالے کی شکل میں مجتمع کر کے ہدیۂ ناظرین کیا جا رہا ہے۔

ابو عبداللہ ہارون بن موسیٰ الاعور الازدی العتکی البصری الملتانی البغدادی، جسے الجاحظ جیسا جلیل القدر مصنف "امام العربیۃ" "شاعر الملتان" کی حیثیت سے ذکر کرتا ہے اور المسعودی جیسا ثقہ مورخ جس کا بلادِ سندھ و ملتان کے ایک معزز سردار، شاعر اور بہادر جرنیل کی حیثیت سے تعارف کراتا ہے[1] ہمارے کسی تذکرہ نگار نے اپنے ہاں اس کو جگہ نہیں دی اور نہ اس پر کبھی کسی نے کچھ لکھا ہے، حتیٰ کہ صاحب نزہۃ الخواطر مولانا عبدالحی لکھنوی نے بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا حالانکہ

---

[1] کتاب الحیوان - ۷ : ۷۵، ۸۰ — مروج الذہب - ۳ : ۱۴ تا ۱۶

سیر و تراجم کے تمام مآخذ پر اُن کی گہری نظر تھی اور برصغیر کے تمام اہلِ علم و فضل کے تذکروں کا انھوں نے احاطہ کیا ہے، صرف ڈاکٹر نبی بخش بلوچ[1] نے اس پُراسرار ہستی کا بلادِ سندھ کے ایک عربی گو شاعر کی حیثیت سے فقط نام ذکر کیا ہے۔

شاعرِ ملتان ہارون بن موسیٰ ایک بڑی عجیب اور پُراسرار شخصیت کا مالک تھا، کتب و سیر میں اُسے بزم و رزم کے شہسوار کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے، مردِ میدان ہونے کے علاوہ وہ علومِ عربیہ کا ماہر، کاتب، شاعر اور نحوی بھی تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہارون بن موسیٰ، جس کی کنیت ابوعبداللہ کے علاوہ ابواسحاق، ابوموسیٰ اور ابوالغمر بھی مذکور ہے، بنوامیہ کے آخری زمانے میں مشہور اموی جرنیل المہلب بن ابی صفرہ کی اولاد میں سے کسی سپہ سالار کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا اور اسی وجہ سے وہ بنو ازد کے موالی میں شمار ہوتا ہے چنانچہ اسی "ولاء" کے باعث تذکرہ نگار اُسے الازدی اور العتکی بھی لکھتے ہیں۔

اس کی اصل کے بارے میں اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ عربی الاصل نہیں تھا اور اس کے آباؤ اجداد اصلاً یہودی تھے، الجاحظ نے اس کے متعدد قصائد نقل کرنے اور بہادرانہ کارنامے ذکر کرنے کے باوجود اس کی اصل کے بارے میں لکھا ہے کہ:

لا اعرف من شأنه اکثر من اسمه وصناعته[2]

یعنی میں اس کے نام اور فن کے علاوہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا

الجاحظ نے اُسے ایک جگہ الانصار کے موالی میں بھی شمار کیا ہے جبکہ بعض تذکروں میں وہ صرف ہارون الاعور کے نام سے بھی مذکور ہے[3]

بہرحال کتب تاریخ اور تراجم رجال میں یہ شاعرِ ملتان زندگی کے مختلف مراحل میں متعدد حیثیتوں سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ عربی زبان و ادب میں مہارت اور شعرگوئی میں کمالِ قدرت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی کا آغاز اور تعلیم و تربیت یقیناً بلادِ عرب ہی میں حاصل کی ہو گی جہاں

---

[1] مقدمۃ منتخب من شعر ابی عطاء السندی   [2] کتاب الحیوان – ۷ : ۷۵

[3] کتاب الموشح للمرزبانی – ص ۱۷۱

وہ خود یا اس کے باپ دادا حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے ہوں گے۔ علومِ عربیہ کی ابتدائی تربیت اس نے بصرہ میں حاصل کی تھی[۵۵] جہاں اس زمانے میں بڑے بڑے ائمۂ علم وادب کے تدریسی حلقے قائم تھے۔ اس کے علاوہ واسط و بصرہ کی چھاؤنیاں اس زمانے میں بلادِ سندھ و خراسان اور بلادِ عرب کے درمیان نقطۂ اتصال کی حیثیت رکھتی تھیں، چنانچہ ہارون بن موسیٰ یہاں سے زیورِ علم و ہنر سے آراستہ ہونے کے بعد اپنے سپاہیانہ جوہر دکھانے کے لیے لشکرِ اسلام میں شامل ہوگیا اور خراسان اور بلادِ سندھ و ملتان میں مصروفِ عمل رہا۔ ملتان میں اس کا قیام کافی طویل اور ثمر آور ثابت ہوا۔ اسے اس خطے کے مسلمانوں میں اپنے علم و فضل اور شجاعت و سپاہ گری میں کمال کے سبب بڑی عزت و منزلت حاصل ہوئی۔

المسعودی لکھتا ہے کہ بلادِ سندھ و ملتان میں ایک شخص تھا جسے ہارون بن موسیٰ کہتے تھے، وہ ازد کے موالی میں سے تھا، وہ شاعر ہونے کے علاوہ بہادر اور اپنی قوم کا سردار بھی تھا۔ وہ ایک قلعہ میں قیام پذیر تھا جس پر مسلمانوں کی حکمرانی تھی۔ ایک ہندو راجہ اور مسلمانوں کے درمیان معرکہ جنگ برپا ہوا جس میں ہارون بھی شریک ہوا۔ ہندو فوج کا ہراول دستہ ہاتھیوں پر مشتمل تھا۔ جب دونوں لشکر صف آرا ہو کر آمنے سامنے آگئے تو وہ مقابلے کے لیے نکلا، اس نے اپنے کپڑوں میں ایک بلی چھپا رکھی تھی، وہ ایک بہت بڑے ہاتھی کی طرف لپکا اور بلی کو اس پر پھینک دیا، ہاتھی بلی کو شیر سمجھ کر ایسا بدکا کہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ہارون بن موسیٰ کا یہ جنگی حربہ ہندو لشکر کی شکست، ہندو راجا کے قتل اور اہلِ اسلام کے غلبہ و فتح کا سبب بن گیا۔ یہی واقعہ الجاحظ اور النویری نے بھی نقل کیا ہے اور ہارون کا وہ لامیہ قصیدہ بھی درج کیا ہے جو اس نے اس واقعہ کی یاد میں نظم کیا تھا[۵۶]۔

الجاحظ نے اسی واقعہ کو ایک اور جگہ کچھ مختلف تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، یا ہو سکتا ہے یہ ایک الگ اور مستقل واقعہ ہو، اس واقعے کی رو سے ہارون بن موسیٰ مذکور نے یہ مقابلہ تلوار

---

۵۵ تاریخ بغداد، ۱۴: ۳۰ — تہذیب التہذیب، ۱۱: ۱۴ — غایۃ النہایۃ، ۲: ۳۴۸

۵۶ کتاب الحیوان، ۷: ۷۵ — مروج الذہب، ۳: ۱۴ — نہایۃ الارب، ۹: ۳۰۶

کے ساتھ کیا تھا، چنانچہ الجاحظ لکھتا ہے کہ جب وہ قریب جا کر ہاتھی پر وار کرنے کے لیے اچھلا تو وار خالی گیا اور وہ ہاتھی کے سینے سے چمٹ گیا اور اس کے دانتوں کو جڑوں سے پکڑ لیا، ہاتھی چکرا کر گھومنے لگا، ہارون چونکہ بڑا مضبوط اور حوصلہ مند (کان شدید الخلق رابط الجأش) نوجوان تھا اس لیے اس نے بڑی ہمت و اعتماد کا مظاہرہ کیا، ہاتھی کے دانت کی جڑیں چونکہ بہت بودی اور کھوکھلی ہوتی ہیں (بقول الجاحظ) اس لیے اس کے دانت جڑوں سے اکھڑ کر ہارون کے ہاتھ میں رہ گئے اور وہ سراسیمگی کے عالم میں بھاگ کھڑا ہوا۔ اس سے افراتفری کی ایک ایسی صورت پیدا ہوگئی جو لشکر کفار کی شکست پر منتج ہوئی اور مسلمانوں کو فتح مندی اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ لگا، ان دونوں واقعات کے سلسلے میں ہارون بن موسیٰ نے چند ایک قصائد کہے ہیں جن کے منتخب اشعار الجاحظ نے ہاتھی کی عادات اور خصوصیات کے ضمن میں نقل کیے ہیں، ان میں سے بعض اشعار المسعودی نے بھی درج کیے ہیں[۵]۔

اعور کلب (بنو کلب کا بھینگا) اور الاعور الکلبی کے نام سے ایک شاعر کتب ادب میں مذکور ہوا ہے جو بعض اموی لشکروں میں بحیثیت سپاہی شامل ہوا اور وہ بنو ہاشم اور عدنانی عربوں کے مثالب و معائب بیان کرنے کے علاوہ مشہور عرب شاعر الکمیت بن زید الاسدی متوفی ۱۲۶ھ کے قصائد کا جواب بھی دیا کرتا تھا جو اس نے بنو ہاشم کی شان میں تیار کیے تھے اور الہاشمیات کے نام سے مشہور ہیں، اس الاعور کے بارے میں بھی مزید تفصیلات دستیاب نہیں، اگرچہ یہ بات یقین کے ساتھ کہنا مشکل ہے کہ ہارون الاعور بن موسیٰ الازدی اور یہ الاعور الکلبی ایک ہی شخصیت کے دو مختلف روپ ہیں لیکن یہ بات بعید از امکان بھی نہیں۔ کیونکہ ہاتھی کے بارے میں بہترین قصائد لکھنے والا شخص نہ تو یکدم ادبی منظر سے غائب ہو سکتا ہے اور نہ یہ بات خلاف قیاس ہے کہ اموی سپاہی شاعر بنو ہاشم کی ہجو گوئی کو اپنا ادبی مشغلہ بنا لے، بہرحال ہم کوشش کرتے ہیں کہ اس سلسلے میں چند تفصیلی واقعات پر نظر ڈالنے کے بعد کوئی فیصلہ کن نتیجہ اخذ کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔

(۱) ابن عبد ربہ نے بنو کعب کے ایک اعور (بھینگے) کا ذکر کیا ہے جو اموی سپہ سالار یوسف

---

[۵] کتاب الحیوان، ۷: ۷۵، ۱۱۴، ۱۸۰ — مروج الذہب، ۳: ۱۳ ببعد

بن عمر کی فوج میں شامل تھا جو خراسان میں امام زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم کے خلاف برسرپیکار رہا، امام زید کو شہید کرنے کے جب ان کا سر مبارک دمشق کے بازار الکناسہ میں لٹکایا گیا تو اس اعور مذکور نے اس موقعہ پر کچھ اشعار کہے جن میں سے ایک شعر یہ بھی تھا۔

نصبنا لکم زیدا علی جذع نخلة　　　وما کان هذا علی الجذع ینصب[۸]

یعنی ہم نے تمھاری خاطر زید کو کھجور کے تنے سے لٹکایا حالانکہ وہ تنے پر لٹکائے جانے کے قابل نہ تھا۔

(۲) عبدالمتعال الصعیدی نے الکمیت بن زید کے سوانح حیات میں بھی ایک الاعور الکلبی کا ذکر کیا ہے جو شاعر اہل بیت اور ترجمان بنی ہاشم الکمیت بن زید کے قصائد ہاشمیات کے نقائض تیار کیا کرتا تھا[۹]

(۳) ابوالفرج الاصبہانی نے بھی ایک الاعور الکلبی کا ذکر کیا ہے جو بنو ہاشم اور قبائل مضر و عدنان کی ہجو کہنے کے علاوہ الکمیت بن زید کے قصائد کا جواب بھی کہتا تھا، اموی گورنر خالد بن عبداللہ القسری نے جب الکمیت کو قید کر دیا تو اس کی بیوی نے اُسے (الکمیت کو) بھاگنے میں مدد دی تھی۔ (کمیت کی بیوی جیل میں ملاقات کے لیے آئی، خاوند کو اپنے کپڑے پہنا کر بھگا دیا، خود اس کے کپڑے پہن کر جیل میں رہ گئی اور یوں کمیت قتل ہونے سے بچ گیا)، اعور مذکور کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے کمیت کی بیوی کی بھی ہجو کہی[۱۰]

(۴) مشہور تذکرہ نگار الآمدی بھی ایک الاعور الکلبی کا ذکر کرتا ہے جو الکمیت الاسدی کے قبیلے بنو اسد کی ہجو گوئی کیا کرتا تھا[۱۱]

(۵) ان تمام واقعات میں آپ کو دو باتیں مشترک اور متفق علیہ نظر آتی ہیں، پہلی یہ کہ یہ الاعور (بھینگا) الکمیت بن زید الاسدی (جسے شاعر بنی ہاشم اور اس کے قصائد کو الہاشمیات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) کا حریف اور مدمقابل تھا اور اس کے قصائد ہاشمیات کا جواب دیا کرتا تھا، دوسری بات یہ کہ اس الاعور کو بنو کلب سے نسبت تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس الاعور الکلبی کی شخصیت کہیں ہمارے اس شاعر ملتان ہارون بن موسیٰ کی شخصیت تو نہیں؟ کیونکہ:

---

۸ العقد الفرید، ۲: ۳۰۰

۹ الکمیت بن زید الاسدی - ص ۵۲

۱۰ الاغانی، ۱: ۱۱۶، ۱۲۸

۱۱ المختلف والموتلف، ص ۱۷۱

الجاحظ نے یہ بات صراحت کے ساتھ لکھی ہے کہ ہاتھی کے بارے میں عمدہ شعر کہنے والا شاہسوار بہادر شاعر ہارون بن موسیٰ بھی الکمیت بن زید الاسدی مذکور کے قصائد کے جوابات ونقائض کہا کرتا تھا اور بنو ازد کے موالی میں سے ہونے کے باعث قحطانی عربوں پر فخر بھی کیا کرتا تھا۔

مندرجہ بالا تفاصیل اور الجاحظ کی اس قابلِ اعتماد صراحت کے بعد اس خیال کو تقویت ملتی ہے کہ ہارون بن موسیٰ الازدی، ہارون الاعور اور الاعور الکلبی ایک ہی شخصیت کے مختلف روپ ہوسکتے ہیں جو زمان ومکان کے اختلاف کے باعث تبدیل ہوتے رہے، خصوصاً اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ شاعر ملتان ہارون بن موسیٰ ایک نومسلم نوجوان تھا جس کے آبا و اجداد یہودی تھے، اس کے پاس علم وادب اور بازوئے شمشیر زن کی شکل میں دو ہتھیار تھے، بلادِ سندھ وملتان میں اسے شہسواری وشمشیر زنی کے سبب عزت وقبولیت حاصل ہوئی۔ یہاں سے جب شام میں واپس گیا تو شعر وادب کے ہتھیار کو کام میں لاتے ہوئے بنو امیہ کے مخالفین کی ہجوگوئی میں لگ گیا، بنوکلب اور دیگر یمنی قبائل چونکہ بنو امیہ کے اعوان وانصار میں سے تھے اس لیے وہ بنوکلب کا مولی اور قحطانی عربوں کا مداح بھی بن گیا، بنوکلب بن دبرہ، بنو العتیک بن اسد اور انصار کے قبائل اوس وخزرج سب کے سب قحطانی عرب ہیں اور مازن بن الازد کی اولاد میں[۱۲] اس لیے جو مازن بن الازد کی اولاد کا مولی ہے وہ انصار، بنو عتیک اور بنوکلب کا مولی بھی کہلا سکتا ہے اور یہ کوئی انوکھی یا عجیب بات نہیں ایسی بے شمار مثالیں دستیاب ہیں۔

المرزبانی نے معجم الشعراء میں ایک شاعر ہارون بن موسیٰ کا بھی تذکرہ کیا ہے جو امام الحسن بن زید متوفی (۱۶۱ھ) کا کاتب تھا جبکہ وہ ۱۵۰ھ سے ۱۵۵ھ تک ابوجعفر منصور کی جانب سے مدینہ منورہ کے گورنر رہے، ہوسکتا ہے بنو امیہ کا تختہ الٹ جانے کے بعد ہارون بن موسیٰ شاعرِ ملتان ہی تائب ہوکر آل علیؓ کی خدمت کرکے کفارہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوگیا ہو؟ بہرحال اسی المرزبانی نے الموشح میں جس ہارون کا الاصمعی کے استاذ کی حیثیت سے ذکر کیا ہے وہ تو یقیناً یہی ہارون بن موسیٰ الاعور العتکی الازدی شاعر ملتان ہی ہے، کیونکہ امام ابوداؤد صاحبِ سنن کے فرزند عبداللہ بن سلیمان بن اشعث نے ابوحاتم السجستانی

۱۲؎ اللباب، ۳: ۴۷ — نہایۃ الارب - ص ۴۰۰، ۴۰۸

کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے الاصمعی سے ہارون بن موسیٰ النحوی، جو بنو العتیک بن اسد کے موالی میں سے تھا اور ہارون الاعور کہلاتا تھا، کے بارے میں سوال کیا تو اصمعی کہنے لگا کہ وہ معتبر اور قابلِ اعتماد (کان ثقۃ مأمونا) تھا۔[13]

بعد کے تذکرہ نگار اور کتب اسماء الرجال کے متاخر مصنفین مثلاً ابن ابی حاتم الرازی، ابن حجر عسقلانی، ابن الجزری، خطیب بغدادی اور سیوطی[14] وغیرہ ابو عبد اللہ ہارون بن موسیٰ الاعور الازدی کو ایک نحوی، صاحب القرآت و العربیہ اور مشہور رواتِ حدیث میں سے شمار کرتے ہیں، یوں لگتا ہے کہ شاعر ملتان شمشیر و سنان اور فن سپاہ گری کے جوہر دکھانے اور شعر و شاعری کے سخنورانہ معرکوں کے بعد مکمل طور پر علومِ عربیہ اور روایتِ حدیث میں منہمک ہو گیا تھا، اس انہماک اور وقفِ خدمت کا صلہ بھی اسے مل گیا، اور بہت جلد کوفہ و بصرہ کے علمی حلقوں میں اُسے عزت و قبولیت حاصل ہو گئی، یہ وہ زمانہ تھا کہ جب مدینۃ السلام بغداد، دمشق، کوفہ و بصرہ کی جگہ لے رہا تھا، اہلِ علم مختلف دیار و امصار سے اس نئے سیاسی و علمی دار الحکومت کی طرف کشاں کشاں چلے آ رہے تھے، ہارون بن موسیٰ نے بھی بغداد کا رخ کیا، یہاں اس کی ملاقات محدثِ وقت ابو بسطام شعبہ بن الحجاج العتکی الواسطی البصری (متوفی ۱۶۱ھ) سے ہوئی، جو اس کی طرح بنو ازد کے موالی میں سے تھے، دونوں نے ایک دوسرے سے استفادہ اور تبادلہ معلومات کیا، اور شعبہ نے ہارون کو بغداد کے علمی حلقوں، خصوصاً حلقۂ محدثین سے متعارف کرایا۔

ہارون الاعور نے جن لوگوں سے علم اخذ کیا ان میں طاؤس بن کیسان الیمانی (متوفی ۱۰۶ھ) کے علاوہ یزید الرقاشی، ابان بن تغلب، شعیب بن الحبحاب، ثابت البنانی، ابن اسحاق، عبد الحضرمی، انس بن سیرین اور خلیل بن احمد النحوی بھی شامل ہیں۔ علامہ ابن الجزری نے ہارون بن موسیٰ کو مشہور قرا میں سے شمار کرتے ہوئے اسے علامہ، صدوق، نبیل (علامہ، سچا اور شریف) کے الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس نے عاصم الجحدری، عاصم بن ابی النجود، عبد بن کثیر مکی اور ابو عمرو بن العلا جیسے

---

[13] الجرح والتعدیل، ۴ : ۹۴

[14] الجرح والتعدیل، ۴ : ۹۴ — تہذیب، ۱۱ : ۱۴ — غایۃ، ۲ : ۳۴۸ — تاریخ بغداد، ۱۴ : ۳
بغیۃ الوعاۃ، ۲ : ۳۲۱

جلیل القدر قرا سے علم القراءۃ اخذ کیا۔ ابوحاتم السجستانی کا بیان ہے کہ ہارون بن موسیٰ سب سے پہلا شخص ہے جس نے بصرہ میں علم القراءۃ کے مختلف طریقوں کا سماع کیا اور شاذ قرآت کی اہمیت سے بحث کی، ہارون بن موسیٰ کے متعلق امام ابوداؤد صاحب السنن کا قول یہ ہے کہ وہ ہے تو ثقہ راوی لیکن میرا بس چلے تو میں اس کی پٹائی کر دوں! اس کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ ہارون بن موسیٰ ایک ثقہ راوی اور محدث ہوتے ہوئے حلقہ حدیث کے بجائے علم النحو کے حلقے میں جا بیٹھا تھا، یا اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ قدریہ کے عقیدے کا شدت سے قائل ہو گیا تھا۔[۱۵] خطیب بغدادی نے امام ابوداؤد ہی کا ایک اور بیان نقل کیا ہے کہ ہارون مذکور اصل میں یہودی تھا، اسلام قبول کر کے ایک اچھا مسلمان بن گیا، قرآنِ مجید حفظ کیا اور اس میں ضبط و اتقان پیدا کیا اور علمِ نحو میں زبردست مہارت حاصل کی، ہارون بن موسیٰ الاعور شاعرِ ملتان بڑا ذہین اور حاضر جواب تھا، ایک مرتبہ کسی عالم سے اس کا مناظرہ ہوا جس میں ہارون غالب آگیا، مغلوب ہونے والا عالم لاجواب ہو کر بولا: تو اصل میں تو یہودی تھا پھر مسلمان ہوا! اس پر ہارون کہنے لگا: بھلے آدمی! اس میں میرا قصور کیا ہے؟ میں نے کسی برائی کا ارتکاب تو نہیں کیا۔[۱۶]

ہارون بن موسیٰ کے تلامذہ میں شعبہ بن الحجاج، ابوداؤد الطیالسی اور ابو عبیدۃ الحداد بھی شامل ہیں۔ خطیب بغدادی نے ہارون کی دو حدیثیں بھی نقل کی ہیں۔ سیوطی نے اسے صاحب القرآت والعربیۃ قرار دیتے ہوئے بتایا ہے کہ بخاری اور مسلم نے بھی اس کی روایات قبول کی ہیں۔ شعبہ بن الحجاج کا قول ہے کہ ہارون بن موسیٰ الاعور (من خیار المسلمین) بہترین مسلمانوں میں سے ہے، ابوعبیدۃ الحداد نے اسے صدوق (بہت سچا) اور حافظ (حدیث یاد کرنے والا) قرار دیا ہے، یحیی ابن معین اور ابن حبان اُسے ثقہ راویوں میں شمار کرتے ہیں۔[۱۷]

ہارون بن موسیٰ شاعر ملتان کی صحیح اور مستند تاریخ وفات تو معلوم نہیں ہو سکی کیونکہ تذکرہ نگار اور سیرت نویس اس سلسلے میں صراحت اور جزم کے ساتھ کچھ نہیں بتاتے۔ ابن الجزری نے لکھا ہے کہ میرے خیال میں ہارون سنہ دو سو ہجری سے قبل فوت ہو گیا تھا (مَاتَ هَارُوْنُ فِيْمَا أَحْسَبُ قَبْلَ الْمِئَتَيْن)

۱۵؎ تہذیب، ۱۱: ۱۴ — تاریخ بغداد، ۱۴: ۳ تا ۵ — بغیۃ الوعاۃ، ص ۴۰۶۔

۱۶؎ ایضاً ۱۷؎ تہذیب، ۱۱: ۱۴ — تاریخ بغداد، ۱۴: ۴

یوطی کا خیال یہ ہے کہ وہ ۲۰۰ھ کے لگ بھگ فوت ہوا اور غالباً یہی بات زیادہ صحیح اور قرینِ قیاس علوم ہوتی ہے[۱۸]

شاعری

ہارون بن موسیٰ کو المسعودی نے ایک بہادر شاعر لکھا ہے اور الجاحظ اسے شاعر ملتان (شاعر ملتان) کی حیثیت سے یاد کرتا ہے مگر اس کا شاعرانہ کلام بہت کم دستیاب ہے، لیکن جو دستیاب ہے وہ نہ صرف یہ کہ اس کے قادر الکلام شاعر ہونے پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے کافی ہے بلکہ اس سے ہارون بن موسیٰ کی زبان دانی اور عربی شاعری کے مروّجہ اسالیب سے گہری واقفیت اور کمالِ مہارت کا بھی علم ہوتا ہے، اموی دَور میں وہ بزم و رزم کا شہسوار نظر آتا ہے، اس کا بیشتر وقت جنگ وجہاد اور شعر و شاعری یں بسر ہوا، اس دَور میں اس نے جریر، فرزدق اور اخطل کے ادبی معرکوں کو بھی قریب سے دیکھا، المرزبانی نے اصمعی کی روایت سے ہارون کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ جریر سے کہا کہ ہمیں اپنے اور ان دو آدمیوں —— یعنی فرزدق اور اخطل —— کے بارے میں تو کچھ بتاؤ! اس پر جریر کہنے لگا: میں تو شعر و شاعری کا شہر ہوں، فرزدق کی شاعری کا دارومدار عمر اور فخر کی باتوں پر ہے، رہا اخطل سو وہ ہم سب سے اچھا شکاری (شکار کے بارے میں شعر کہنے والا) ہے اور اُسے شراب کے علاوہ جنگلی گدھوں کی تفصیلی خصوصیات بیان کرنا بھی خوب آتا ہے[۱۹]

حقیقت یہ ہے کہ الکمیت بن زید الاسدی کے جواب میں یا قحطان اور عدنان کی مدح و ہجو کے سلسلے میں ہارون بن موسیٰ نے جو کچھ کہا اس کا تو آج سراغ لگانا مشکل نظر آتا ہے، گمان غالب یہ ہے کہ بنو امیہ کے زوال اور مضر و نزار کے جھگڑوں کے خاتمے کے بعد جب وہ تائب ہو کر آل علی رضی اللہ عنہم کی خدمت و ستائش اور عربی و اسلامی علوم کی طرف راغب ہوا ہوگا تو اس نے وہ تمام اشعار تلف کر دیئے ہوں گے جو اس نے امویوں کو خوش کرنے کے لیے بنو ہاشم کی ہجو میں کہے تھے، الجاحظ اور دیگر اہلِ علم کی صراحت کے بعد کہ ہارون بن موسیٰ مذکور الکمیت بن زید کے قصائد ہاشمیات کا جواب بھی لکھتا تھا اور عدنان و قحطان اور مضر و نزار کی ہجو و مدح کے معرکوں میں بھی شریک ہوتا رہا، مگر اس

---

[۱۸] بغیۃ الوعاۃ - ص ۴۰۶

[۱۹] کتاب الموشح - ص ۱۷۱

موضوع پر اس کے ایک آدھ شعر کے سوا اور کچھ بھی دستیاب نہ ہونے کا سبب اس کے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا۔
بہرحال شاعر ملتان نے قیام ملتان و بلادِ سندھ کے دوران جو قصائد لکھے تھے ان میں سے بعض محفوظ رہ گئے ہیں، اس کے یہ قصائد ان جنگی معرکوں کی یاد تازہ کرتے ہیں جو ملتان و سندھ پر عربوں کی حکومت کے دوران اہلِ اسلام اور ہندو راجاؤں کے درمیان برپا ہوتے رہے۔ ہارون بن موسیٰ نے ان اشعار میں اپنے بہادرانہ جوہر اور فنونِ حرب میں کمال مہارت کا تذکرہ کرنے کے علاوہ ہاتھی کی عادات اور خصائص بھی قلم بند کی ہیں، ان اشعار کی یہی خصوصیت امام الادب العربی الجاحظ کے لیے باعثِ کشش ثابت ہوئی اور اس نے ہاتھی کے اوصاف کے ضمن میں اس کے یہ تمام اشعار جمع کر دیے ہیں، المسعودی اور النویری نے بھی انھیں نقل کیا ہے[۲۰]

ہارون بن موسیٰ کے ان قصائد میں لفظی حسن کے ساتھ ساتھ معنوی خوبیاں بھی موجود ہیں۔ اس کا اسلوبِ بیان فصاحت و بلاغت کا آئینہ دار ہے اور بعض شعرائے عرب — جیسے ذوالرمۃ اور عروۃ الصعالیک وغیرہ — کے کلام کی طرح ہارون کے ان اشعار میں غریب اللغۃ کا عنصر بھی موجود ہے اور واقعات کی تفصیل اور جزئیات کا وصف و بیان بھی ہے۔ تشبیہات و استعارات اشعار کے مجموعی تاثر میں خوبصورت اضافے کا باعث ہیں۔ دیکھیے یہ شعر ہمیں المتنبی کے مبالغوں اور خوبصورت تشبیہات کی یاد نہیں دلاتا؟[۲۱]

قرم کان ضیاء الشمس سنۃ   لو ناطق الشمس القت نحوہ الکلما

وہ (حکم یعنی شاعر ملتان کا ممدوح) ایک ایسا سخی سردار ہے کہ ضیائے آفتاب اس کی سنت اور طریقے پر چلتے ہوئے تمام گوشہائے کائنات کے لیے عام ہوگئی ہے۔ وہ اگر سورج سے گفتگو کرنا چاہے تو وہ بھی اس سے بات کرنے میں فخر محسوس کرے گا۔ (ممدوح کی سخاوت اور عظمت بیان کرتا ہے)۔

جس قوم نے ہاتھی نہ دیکھا ہو اور اس کا کوئی شاعر اسے دیکھنے کے بعد اپنی قوم کو سمجھانا چاہے تو وہ کس انداز میں بات کرے گا؟ خصوصاً جب یہ قوم عربوں کی ہو! دیکھیے ان چند شعروں میں اہلِ

---

[۲۰] کتاب الحیوان، ۷ : ۷۵ — مروج الذہب، ۳ : ۱۵ تا ۱۶ — نہایۃ الارب، ۹ : ۱۱۱

[۲۱] کتاب الحیوان، ۷ : ۸۰

بن موسیٰ عربوں کو ہاتھی کی ہیئت کذائی سے کس طرح آگاہ کرتا ہے:[۲۲]

الیس عجیبا بأن خلقة   له فطن الانس فی جرم فیل
و أوقص مختلف خلقه   طویل النیوب قصیر النصیل
ویلقی العدو بناب عظیم   وجوف رحیب وصوت ضئیل
و اشبه شیٔ اذا قسته   بخنزیر البر وجاموس غیل
ینازعه کل ذی اربع   فما فی الانام له من عدیل
ویعصف بالبر بعد النمور   کما تعصف الریح بالعندبیل
ویخضع للیث لیث العرین   بان ناسب الصهن رأس میل
وتسخص تری یدہ انفه   فان وصفوه فسیف صقیل
واقبل کالطود هادی الخمیس   بهول شدید امام الرعیل
و مرلبیل کیسل الأتی   بوطء خفیف وجرم ثقیل
فان شمته زاد فی هوله   بشاعة اذنین فی راس غول
و اظرف من مشیه زوله   بحلم یجل عن الخنشبیل
الیس عجیبا بان تلقه   غلیظ الدراء لطیف الحویل

(۱) کیا یہ عجیب بات نہیں کہ ایک ایسی مخلوق ہے جس میں انسان کی سی فطانت و احساس پایا جاتا ہے اور جسم کے لحاظ سے وہ ہاتھی ہے۔

(۲) وہ چھوٹی گردن والا ہوتا ہے، اس کی جسامت کی بناوٹ میں توازن نہیں ہوتا، چنانچہ سامنے کے دانت تو لمبے لمبے ہوتے ہیں مگر سر کا اوپر والا حصہ چھوٹا سا ہوتا ہے۔

(۳) وہ لمبے دانت، چوڑے چکلے پیٹ اور حقیر و معمولی سی آواز سے دشمن کا سامنا کرتا ہے۔

(۴) اگر اسے آپ کسی جانور پر قیاس کرنا چاہیں تو پھر یہ ہاتھی کسی حد تک بری خنزیر اور جنگلی بھینس کے مشابہ ہوتا ہے۔

(۵) ہر چوپایا اس کے مشابہ ہونے کی طرف مائل ہونا چاہتا ہے مگر جانوروں میں اس کی نظیر تو کوئی ہے ہی نہیں!

---

۲۳ کتاب الحیوان، ۷، ۷۵

(۶) وہ ہر قسم کے چیتے اور ببر کو تو یوں اڑا دیتا ہے جس طرح تیز ہوا بلبل کو اڑا لے جاتی ہے۔

(۷) مگر وہ شیر بیشہ سے ڈرتا ہے کیونکہ اس کا سر بلی سے بالکل ملتا جلتا ہے۔

(۸) وہ ایک ایسا جانور ہے جس کی ناک (سونڈ) اس کا ہاتھ لگتا ہے اور یہ سونڈ صیقل شدہ تلوار کی طرح ہے۔

(۹) وہ ہاتھی آتا ہوا یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی طود ہو، وہ لشکر کے ہراول دستے کے آگے بڑی ہولناکی کے ساتھ آگے آگے آ رہا تھا۔

(۱۰) وہ ایک زوردار سیلاب کی طرح گزرا، بوجھل جسم کے ساتھ زمین پر ہلکے قدم رکھتے ہوئے۔

(۱۱) اگر تم اس کے ماتھے پر نشان لگا دو تو اس کی ہولناکی بڑھ جاتی ہے، اس کے بھدے کان یوں لگتے ہیں جیسے کسی چڑیل کا سر ہو!

(۱۲) اس کا مٹکنا اس کی رفتار سے زیادہ دلچسپ ہے، وہ اندازے میں جنگلی سور سے بڑا ہوتا ہے۔

(۱۳) کیا یہ عجیب نہیں کہ جب تمھیں اس جانور کا سامنا ہو تو موٹے جسم اور نازک اور باریک حیلوں سے تمھارا سامنا کرے گا

میدانِ جنگ میں ہاتھی کا مقابلہ کرنے کے لیے بہادر و شہسوار شاعر نے کیا تدبیر کی اور کس طرح یہ تدبیر لشکرِ کفار کی شکستِ فاش کا باعث بن گئی؟ اس کا ذکر بھی ہارون بن موسیٰ اسی لامیہ قصیدے کے بعض اشعار میں کرتا ہے:

وقد کنت اعددت ھر اً لہ — قلیل التھیب للزند بیل

فلما احس بہ فی العجاج — اتأنا الإلہ بفتح جمیل

فطار و راغم فیالہ — بقلب نجیب وجسم نبیل

فسبحان خالقہ وحدہ — إلہ الانام و رب الفیول

(۱) میں نے اس ہاتھی کے مقابلے کے لیے ایک بلی تیار کر رکھی تھی۔ ہاتھی کے لیے معمولی تیاری ہے۔

(۲) ہاتھی نے غبار میں جب بلی کے وجود کو بھانپ لیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے خوبصورت فتح کا سامان کر دیا!

(۳) ہاتھی بھاگ کھڑا ہوا اور فیل بان سے بے قابو ہو گیا، وہ (فیل بان) اپنے اچھے دل اور خوبصورت جسم کے ساتھ وہیں رہ گیا۔

(۴) پس پاک ہے وہ ذات جو خالق وحدہٗ لاشریک ہے، مخلوق کا معبود اور ہاتھیوں کا پروردگار ہے!

معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانانِ ملتان کو ہارون بن موسیٰ کی موجودگی میں "اصحاب الفیل کا فرون" سے متعدد لڑائیاں پیش آئیں کیونکہ شاعر ملتان نے ہاتھی کے ساتھ اپنے ایک اور مقابلے کا بھی ذکر کیا ہے اور

اس مقابلے کی یاد کو اپنے دو قصیدوں میں غیر فانی بنا دیا ہے، یہ دونوں قصیدے (میمیہ اور ضادیہ) بھی الجاحظ نے کتاب الحیوان میں جمع کر دیے ہیں، ہارون کا ہاتھی کے ساتھ یہ مقابلہ بھی بڑا دلچسپ تھا، دشمن نے ہاتھی کی سونڈ کے ساتھ تلوار باندھ رکھی تھی۔

ولما أتاني انهم يعقدونه بقائم سيف فاضل الطول والعرض

مجھے پتا چلا کہ وہ دشمن اب کے ایک لمبی چوڑی تلوار ہاتھی کے سونڈ کے ساتھ باندھ رہے ہیں۔

اس دلچسپ مقابلے کا نقشہ شاعر نے کچھ یوں باندھا ہے:

واقبل يفري كل شئ سماله وصرت كأني فوق مزلقة دحض

واهوى لجاري فاغتنمت ذهوله فلاذ بقرنيه اخو ثقة محض

فجال وجال القرن في كف ماجد كثير مراس الحرب مجتنب الخفض

فطاح وولى هاربا لا يهيده رطانة هندي برفع ولا خفض

(۱) وہ ہاتھی راستے میں آنے والی ہر شے کو کاٹتا اور روندتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا، مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میں کسی پھسلاہٹ والی ڈھلوان پر پہنچ گیا ہوں۔

(۲) وہ میرے ساتھ والے آدمی کی طرف جھکا تو میں نے اس کی اس غفلت کو غنیمت جانا، چنانچہ مجھ جیسا خود اعتماد آدمی اس کے سینگوں سے چمٹ گیا۔

(۳) ہاتھی مڑ کر گھومنے لگا، اس کا سینگ ایک ایسے معزز انسان کے ہاتھ میں رہ گیا جو جنگوں کا طویل تجربہ رکھتا ہے اور شکست کا باعث بننے والی نشیبی جگہوں سے بچتا رہتا ہے۔

(۴) ہاتھی بدک گیا اور بھاگ کھڑا ہوا، ہندی مہاوت، بلند یا آہستہ عجمی گفتگو بھی اسے نہ روک سکی۔

اسی قسم کے ایک اور واقعہ کا ہارون نے اپنے ایک میمیہ قصیدے میں ذکر کیا ہے، اس کے بھی صرف چار شعر سن لیجیے:

مشيت اليه وادعا متمهلا وقد وصلوا اخرطومه بحسام

فناهشته حتى لعقت بصدره فلما هوى لازمت اى لزام

وعذت بقرنيه اريد لبانه وذلك من عادات كل محامي

فجال وهيجتيراه صوت مخضرم وأبت بقرني يذبل وشمام

(۱) میں ہاتھی کی طرف بڑے آرام سے آہستہ آہستہ بڑھا، انھوں نے اس کی سونڈ سے تلوار باندھ رکھی تھی۔

(۲) میں اس سے چمٹ گیا اور اس کے سینے سے چپک گیا، وہ جب نیچے ہوا تو میں نے اسے نہ چھوڑا اور اس سے چمٹا رہا۔

(۳) سینے سے چمٹے ہوئے میں نے اس کے سینگوں کو پکڑ لیا، اور ہر بچاؤ کرنے والا ایسا ہی کیا کرتا ہے۔

(۴) ہاتھی گھوما، اس کی عادت ہے کہ ناقص آواز نکالتا ہے، اور میں جب لوٹا تو یذبل و شمام (پہاڑوں کے نام ہیں) جیسے ہاتھی کے سینگ میرے ہاتھ میں تھے!

عرب شعرا کا معمول یہ تھا کہ وہ جب اپنے ممدوح کو قصیدہ سنانے کے لیے آتے اور سفر کی صعوبتوں کا ذکر کرتے تو ان کی سواری ہمیشہ لاغر اور کمزور اونٹنی ہوتی تھی جو بمشکل انھیں ممدوح کے حضور پہنچا سکتی تھی، لیکن شاعرِ ملتان نے عرب شعرا کی اس روایتی سواری کو بھی ہاتھی سے بدل دیا ہے، وہ اونٹنی کے بجائے ہاتھی کا سوار ہونا پسند کرتا ہے۔ الجاحظ نے اس کے ایک قصیدے کے چند اشعار نقل کیے ہیں جو اسے الکرمانی نے سنائے تھے، ہارون بن موسیٰ اپنے ایک ممدوح کی ستائش کرتا ہے جس کا نام وہ حکم بتاتا ہے۔ اس حکم کی شخصیت کے بارے میں تو کچھ بتانا دست مشکل ہے لیکن شاعر ملتان کی مدح نے اس کے نام کو غیر فانی بنا دیا ہے:

فکنت فی طلبی من عنده فرجا — کراکب الفیل وحشیا و مغتلما

قد کنت صعدت عن بغبور مغتربا — حتی لقیت بها حلف الذی حکما

قرم کأن ضیاء الشمس سنته — لو ناطق الشمس القت نحوه الکلما

(۱) میں اس ممدوح کے ہاں سے خوشحالی کی طلب میں یوں چلا آ رہا تھا جیسے کوئی اناڑی لڑکا جنگلی ہاتھی پر سوار ہو!

(۲) میں نے ہاتھی کی ننگی پیٹھ پر سواری کرتے ہوئے سفر طے کیا حتیٰ کہ میں نے اپنی حاجت حکم کے سامنے پیش کر دی جو سخاوت کا حلیف ہے۔

(۳) وہ ایک ایسا سردار ہے گویا سورج کی روشنی بھی اس کی سنت پر عمل کرتے ہوئے سب کے لیے عام ہے وہ اگر سورج سے ہم کلام ہو تو اسے ضرور جواب ملے گا۔